أَنَّ عَلِيًّا سُئِلَ عَنْ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ فَقَالَ: مَا يُرِيدُ إِلَى خُلُوفِ فَمِهَا وَلَيْسُوا يَقُولُونَ بِهَذَا يَقُولُونَ: لَا بَأْسَ بِقُبْلَةِ الصَّائِمِ.(کتاب الام ۷۔ ۱۹۹)

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے ایسے روزہ دار کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا ہو، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے منہ کی بو کو برقرار نہیں رکھنا چاہتا، جب کہ احناف کا قول حضرت علیؓ کے اس قول کے مطابق نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ روزہ دار کے بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رواس قلعہ جی عالم عرب کے مشہور محقق ہیں اور انہوں نے اسلاف کی فقہ پر بڑا معتبر اور وقیع کام کیا ہے، اور ہر شخصیت کے فقہی آراء کا علاحدہ موسوعہ تیار کیا ہے، ان کی اس پہلی کی اہل علم نے ستائش کی ہے، ان کا ایک فقہی موسوعہ حضرت ابراہیم نخعی پر ہے، جس میں انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی کے تمام اجتہادی آراء کو تفصیل کے ساتھ مزین کیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں جہاں انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی کی شخصیت اور ان کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو کی ہے، وہیں ایک باب انہوں نے اس عنوان سے بھی قائم کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کی شخصیت کا فقہ حنفی پر کیا اثر پڑا ہے، اس باب میں انہوں نے پہلی بات تو یہ کہی ہے کہ وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تجزیہ سے بالکل متفق ہیں کہ ابراہیم نخعی کے اقوال ہی فقہ حنفی کا مصدر اور سرچشمہ ہیں اور انہی کے اقوال پر امام ابوحنیفہ اور صاحبین تخریج کرتے ہیں، اس دعویٰ کو انہوں نے یہ کہہ کر مؤکد کیا ہے:

ولقد اخذت عينة مؤلفة من مائة مسألة فرعيةمن فقه ابراہيم النخعی، فوجدت أن أباحنيفة يوافقه فی أربع وثمانين مسألةويخالفه فی ست عشرة مسألة ،نعم ان اباحنيفة اخذ فقه ابراہيم النخعی ،ولكن اخذه كان اخذ العالم المجتهد الواعی ،عن المجتهد الواعی (موسوعة فقه ابراہيم النخعی ۱۔ ۱۵۰)

میں نے ابراہیم نخعی اور حنیفہ کے فروعی مسائل کا تقابلی جائزہ لیا تو پایا کہ سو مسائل میں سے ۸۴ مسائل میں دونوں متفق ہیں اور ۱۶ مسائل میں دونوں میں اختلاف ہے، ہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ امام ابوحنیفہ کا ابراہیم نخعی کی فقہ کو اختیار کرنا اسی قبیل سے ہے جس قبیل سے ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی رائے کو اختیار کرتا ہے۔

اولاً تو یہ رائے بذات خود قابل تنقید نظر آتی ہے، کیونکہ محض کتاب الاثار کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم نخعی کے امام ابوحنیفہ کی مخالفت تقریباً پچاس سے زائد ہے، ایسے میں ان کا محض سولہ کی تعداد بیان کرنا درست نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے مربی، علمی سرپرست اور ماموں حضرت علقمہ کے فقہی آراء پر عبدالرحمن یوسف اسماعیل ملاوی نے اپنے ایم اے کا مقالہ جامعہ ام القریٰ میں لکھا ہے، اس میں انہوں نے حضرت علقمہ کے فقہی آراء اور احناف

کے فقہی آراء کا تقابلی مطالعہ کیا ہے، اس کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں :

وقد بلغت المسائل التی جمعتها لعلقمة مائة وتسع مسائل تأثرالحنفية فيها فی احدی وثمانين مسألة ،وهذادليل واضح علی تاثر الحنفية بفقه علقمة بن قيس النخعی (فقہ علقمہ بن قیس النخعی فی العبادات واثرہ فی الفقہ الحنفی ۳)

اب سو میں سے چوراسی مسائل میں نخعی کی موافقت کی بناء پر نظریہ تخریج درست ٹھہرتا ہے تو اس کے بالمقابل ۱۰۹ میں سے ۸۱ مسائل میں موافقت کی بناء پر علقمہ کی تخریج کا نظریہ کیوں نہ تسلیم کیا جائے، بالخصوص جب کہ امام ابوحنیفہ نخعی سے زیادہ علقمہ کی فقاہت کے قائل ہیں، چنانچہ آپ کا ہی مناظر شاہ ولی اللہ نے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا : اگر شرف صحبت کا پاس نہ ہوتا تو میں کہتا کہ علقمہ ابن عمر سے زیادہ فقیہ ہیں۔

اور اگر محض موافقت ہی نظریہ تخریج کیلئے کافی مانا جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمرؓ کی فقہی آراء میں کافی موافقت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کا قول ملنے پر اپنی فقہی رائے ترک کر دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر سارے لوگ بھی کسی الگ وادی میں چلیں اور حضرت عمرؓ الگ وادی میں چلیں تو میں عمر کی وادی میں چلنا پسند کروں گا یعنی ان کی رائے کی موافقت کروں گا، ان تاثرانہ اقوال اور فقہی آراء میں موافقت کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو حضرت عمرؓ کے قول پر تخریج کرنے والا کیوں نہ مانا جائے۔

نظریہ تخریج کی عدم وضاحت اور الجھن

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اہل الرائے اور اہل الحدیث کے درمیان جوہری فرق ''تخریج '' کو قرار دیا، لیکن تخریج کی بحث میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نظریہ میں کچھ الجھن سی محسوس ہوتی ہے، مثلا ماقبل میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ انہوں نے اہل حدیث کے بالمقابل تخریج کو احناف یا اہل الرائے کا شعار وطرز عمل قرار دیا اور اسی کو اہل حدیث اور اہل الرائے میں وجہ امتیاز بیان کیا، لیکن ایک جگہ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ تخریج کا عمل محدثین کے بھی یہاں جاری ہے :

وَكَانَ أهل التَّخْرِيج مِنْهُم يخرجُون فِيمَا لَا يجدونه مُصَرحًا، ويجتهدون فِي الْمَذْهَب، وَكَانَ هَـؤُلَاءِ ينسبون إِلَى مَذْهَب أحدهم فَيُقَال: فلَان شَافِعِيّ، وَفُلَان حَنَفِيّ، حجة الله البالغة (1/ 261)

"اور اہل حدیث میں سے تخریج کرنے والے جب کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی صریح قول نہیں پاتے تھے تو وہ تخریج کرتے ہوئے اور یہ لوگ مجتہد فی المذہب کے درجہ پر تھے اور یہ لوگ کسی ایک جانب منسوب نہیں کئے جاتے تھے جیسا کہ دوسروں کو حنفی شافعی کہا جاتا تھا"

مزید برآں حضرت شاہ ولی اللہ اسی مبحث میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ تخر یج کا عمل ہر ایک کے یہاں کثرت سے ہوا ہے (مراد اہل الرائے اور اہل الحدیث ہیں) - (الإنصاف فی بیان اِسباب الاختلاف، ص 61) پھر حضرت شاہ ولی اللہ ہی اسی مبحث میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ تخر یج کا عمل دو صدی کے بعد ہوا ہے، یعنی تیسری صدی میں۔ (الإنصاف، ص 68)

سوال یہ ہے کہ اگر تخریج کا ظہور دوسری صدی ہجری کے بعد تیسری صدی ہجری میں ہوا ہے اور وہ بھی تھوڑا بہت، تو پھر حضرت امام ابوحنیفہ اور صاحبین جن کا انتقال تیسری صدی ہجری سے قبل ہو چکا تھا، ان کو ابراہیم کے اقوال پر تخریج کرنے والا بتانا کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہ کے تخریج کے نظریہ میں اس الجھن کو دکتور عبدالمجید نے بھی محسوس کیا ہے، چنانچہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریہ تخریج کے داخلی الجھنوں اور موقف میں تضاد کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اوران اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محدث دہلوی پہلے تخریج کا ایک زمانہ متعین کرتے ہیں اور پھر اس کو تمام زمانوں پر منطبق کر دیتے ہیں یعنی سعید بن المسیب، ابراہیم اورزہری، امام مالک سفیان اور بعد کے زمانہ وغیرہ کو۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تخریج کے بارے میں انہوں نے جس نظریہ کا اظہار کیا ہے، اس کا ظہور تقلید کے دور میں ہوا ہے، دوسری صدی ہجری تک وہ چیز تھی ہی نہیں، جیساکہ اس کا اعتراف محدث دہلوی نے بھی خود کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:
>
> جان لو! کہ چوتھی صدی ہجری سے قبل لوگ محض تقلید پر قانع نہیں تھے ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں لکھا ہے، کتب اور مجموعات نئی چیزیں ہیں، اسی طرح لوگوں کی باتیں، کسی ایک کے قول پر فتویٰ دینا اور ہر چیز میں اسی کی جانب رجوع کرنا، کسی ایک شخص کے فقہی مذاہب سے آگاہی حاصل کرنا پہلی اور دوسری صدی ہجری میں نہیں تھا، اور شاہ ولی اللہ خود بھی لکھتے ہیں کہ دو صدیوں کے بعد تخریج کا تھوڑا بہت ظہور ہوا۔

شاہ ولی اللہ باوجود یہ کہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ دو صدی کے بعد تخریج کا تھوڑا تھوڑا ظہور ہوا (امام ابوحنیفہ کا انتقال ۱۵۰ ہجری میں ہو چکا تھا) محدث دہلوی زبردستی اور بتکلف اپنا نظریہ قائم کرتے ہیں اور رائے کا اطلاق محض احناف پر کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے متعلق ایسا تاثر پیش کرتے ہیں کہ ان کی حیثیت محض ابراہیم نخعی کے مقلد اور ان کے اقوال پر تخریج کرنے والے کی ہے، مزید تعجب یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کو اس کا بھی اعتراف ہے کہ تخریج محض احناف کے یہاں نہیں ہے بلکہ دوسرے مذاہب اور مسالک میں بھی تخریج سے کام لیا گیا ہے، چنانچہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: "ہر مذہب و مسلک میں تخریج بکثرت ہوئی" اور خود شاہ ولی اللہ اہل الحدیث کا اصول بیان کرتے ہوئے لکھ چکے ہیں: "اور

اہل حدیث میں سے تخریج کرنے والے جب کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی صریح قول نہیں پاتے تھے تو وہ تخریج کرتے ہوئے اور یہ لوگ مجتہد فی المذہب کے درجہ پر تھے اور یہ لوگ کسی ایک جانب منسوب نہیں کئے جاتے تھے جیساکہ دوسروں کو حنفی شافعی کہاجاتا تھا۔" محدث دہلوی کیلئے مناسب تھاکہ وہ اشارتاًیہ بیان کرتے کہ سنی مذاہب ومسالک کے درمیان کوئی جوہری اختلاف نہیں ہے، سب کے اصول ایک ہیں اور استنباط واجتہاد کے طریقہ میں بھی کوئی ایسااصولی اختلاف نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کسی کو گلے لگایاجائے اور کسی کو دھتکاراجائے،اور ہرایک کے مسلک میں کچھ چیزیں آسان اور کچھ چیزیں مشکل ہیں اور ہرایک نے رفتار زمانہ کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے جس سے عوام الناس کا بھلاہوا۔ محدث دہلوی کاامام ابوحنیفہ کو مخرجی میں شمار کرنااور ان کواسی وجہ سے اہل الرائے بتلاناایسی بات ہے جودلائل کے برعکس ہے۔"

(الاتجاهات الفقهية عند أصحاب الحديث في القرن الثالث الهجري، الناشر: مكتبة الخانجي، مصر. ص 88-89)

نظریہ تخریج کے خلاف دلائل

حضرت شاہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ امام ابوحنیفہ ابراہیم نخعی اور ان کے دیگر معاصرین فقہاء کوفہ کے مذہب پر سختی سے چمٹے ہوئے تھے اوراس سے کبھی کبھار تجاوز کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ابراہیم نخعی کے اجتہادی اقوال وفتاویٰ کو اپنے لئے حجت تسلیم کرتے تھے اورجب کسی مسئلہ میں ابراہیم کا کوئی قول مل جاتا تھا تواس سے تجاوز نہیں کرتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا یہ نظریہ کئی بنیادوں پر کمزور ہے، ہم ترتیب واراس کو بیان کریں گے۔

۱ : اس نظریہ کے حق میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پاس حضرت امام ابوحنیفہ کا کوئی قول موجود نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کے شاگردوں یاان کے شاگردوں کے شاگرد کا بھی اس طرح کا کوئی قول موجود نہیں ہے جس سے ان کے نظریہ تخریج کی تائید ہوتی ہو، یہ نظریہ تمام ترحضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کاذاتی استدلال بلکہ اجتہاد ہے، یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں، جو بعض اصول فقہ احناف پر یہ کہہ کر تنقید کرتے ہیں کہ یہ ائمہ احناف سے مروی نہیں ہیں، لہذااس کی صداقت مشتبہ ہے بلکہ متاخرین نے ان کو وضع کیاہے (الانصاف، ص ۹۱) لیکن وہ نظریہ جوتمام تر متقدمین ومتاخرین علماء سے ہٹ کرہواور محض حضرت شاہ ولی اللہ کے ذہن رسا کی دین ہو، اس کو کہاں تک معتبر مانااور سمجھاجائے، خودان کے ہی اس قول کی روشنی میں، یہ اہل علم کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے؟

امام ابوحنیفہ تابعی کی تقلید نہیں کرتے

۲ : ابراہیم نخعی تابعی تھے اور تابعی میں بھی محدثین نے انہیں کبار تابعین کے درجے میں نہیں بلکہ اوسط درجے کا تابعی قراردیاہے (محدثین میں سے بعض نے ان کو صغار درجہ کا تابعی بتایاہے)، ابراہیم نخعی خواہ اوسط درجے کے تابعی ہوں یاصغار درجے کے، یہ واضح ہے کہ جو مقام ومرتبہ علقمہ ، مسروق، ربیع بن خیثم اوراسود رضی اللہ عنہم کا ہے، وہ ابراہیم نخعی کا نہیں ہوسکتا، حضرت امام ابوحنیفہ کا اپنا قول یہ ہے کہ وہ تابعی خواہ وہ کسی درجہ کا ہو، وہ تابعین حضرات کے احترام آراء کے باوجود ان کے قول پر اکتفاء نہیں کریں گے، بلکہ ان کی ہی طرح قرآن وحدیث سے اجتہاد کریں گے۔

> حَدثنَا يحيى قَالَ حَدثنَا عبيد بن أبي قُرَّة قَالَ سَمِعت يحيى بن ضريس يَقُول شهِدت سُفْيَان وَأَتَاهُ رجل فَقَالَ مَا تنقم على أبي حنيفَة قَالَ وَمَاله قَالَ سمعته يَقُول آخذ بِكِتَاب الله. فَمَا لم أجد فبسنة رَسُول الله. صلى الله. عَلَيْهِ وَسلم فَإِن لم أجد فِي كتاب الله. وَلَا سنة آخذ بقول أَصْحَابه آخذ بقول من شِئْت مِنْهُم وأدع قَول من شِئْت ولاأخرج من قَوْلهم إِلَى قَول غَيرهم فَإِذا مَا انْتهى الْأَمر أَو جَاءَ الْأَمر إِلَى إِبْرَاهِيم وَالشعْبِيّ وَابْن سِيرِين وَالْحسن وَعَطَاء وَسَعِيد بن الْمسيب وَعدد رجَالًا فقوم اجتهدوا فأجتهد كَمَا اجتهدوا .(تاريخ ابن معين رواية الدوري 4/63)

ترجمہ : یحیی ضریس کہتے ہیں میں سفیان ثوری کی مجلس میں حاضر تھاکہ ایک شخص آیا (بعض روایات میں ذکر ہے کہ وہ شخص علم اورعبادت میں مشہور تھا) اس نے سفیان ثوری سے کہاکہ آپ ابوحنیفہ پر نکتہ چینی کیوں کرتے ہیں، سفیان ثوری نے کہا، تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو، اس شخص نے جواب دیاکہ میں نے ابوحنیفہ کوکہتے ہوئے سناہے کہ میں کسی مسئلہ میں سب سے پہلے اللہ کی کتاب سے دلیل اخذ کرتاہوں، اگراس میں نہ ملے تورسول اللہ کی احادیث میں ڈھونڈتاہوں، اگرکتاب وسنت میں نہ ملے تو پھرصحابہ کے اقوال میں سے کسی ایک کو اختیارکرلیتاہوں، ہاں جب معاملہ ابراہیم ، شعبی، ابن سیرین ، حسن عطاء وغیرہ تک پہنچتاہے (یعنی وہ مسئلہ نہ توکتاب وسنت میں ہے اورنہ کسی صحابی نے اس پر لب کشائی کی ہے اورحضرات تابعین نے اس بارے میں اجتہاد کیاہے) اورمزید چندنام گنائے جنہوں نے اجتہاد کیاہے، تومیں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتاہوں۔

اس اقتباس سے یہ بھی پوری وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگیاکہ شاہ ولی اللہ نے ماقبل میں جو یہ دعویٰ کیاہے کہ الزمھم بمذہب ابراہیم ، تو یہ درست نہیں ہے، حضرت امام ابوحنیفہ تو نہایت

صراحت اور وضاحت کے ساتھ سعید بن المسیب اورابراہیم نخعی کانام لے کرکہہ رہے ہیں کہ وہ ان حضرات کی آراء اورفتاویٰ کے پابند نہیں؛بلکہ جیسے انہوں نے قرآن وحدیث اوردیگر دلائل شرعیہ سے اجتہاد کیاہے، ویسے ہی وہ بھی اجتہاد کریں گے۔

ابراہیم نخعی تابعی اوران کے معاصرین تابعی ہیں، اور امام ابوحنیفہ نے متعدد مواقع پر اپنا یہ مسلک صاف وصریح لفظوں میں بیان کیاہے کہ وہ تابعین کے اجتہادوفتاویٰ کے پابند نہیں ہیں۔

أَبُو حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ إِذَا جَاءَنَا الْحَدِيثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَخَذْنَا بِهِ وَإِذَا جَاءَنَا عَنِ الصَّحَابَةِ تَخَيَّرْنَا وَإِذَا جَاءَنَا عَنِ التَّابِعِينَ زَاحَمْنَاهُمْ)الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ للامام ابن عبدالبر ص 144(

ابوحمزہ کہتے ہیں، میں نے ابوحنیفہ کوکہتے ہوئے سناہے جب کسی مسئلہ میں رسول پاک کی حدیث آجائے توہم اس پر عمل کرتے ہیں اورجب صحابہ سے ایک مسئلہ میں متعدداقوال منقول ہوں توان متعدداقوال میں سے کسی ایک پر عمل کرتے ہیں اورجب تابعین کے اقوال کی باری آتی ہے توہم ان سے مزاحمت کرتے ہیں(یعنی جس طرح انہوں نے اجتہاد کیاہے ،اسی طرح ہم بھی اجتہاد کرتے ہیں، ہم ان کے اجتہاد کے پابند نہیں ہیں)

أَبُو عِصْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ مَا جَاءَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَبِلْنَاهُ عَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنَيْنِ وَمَا جَاءَنَا عَنْ أَصْحَابِهِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ اخْتَرْنَا مِنْهُ وَلَمْ نَخْرُجْ عَنْ قَوْلِهِمْ وَمَا جَاءَنَا عَنِ التَّابِعِينَ فَهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ (الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ للامام ابن عبدالبر ص 144)

ابوعصمہ کہتے ہیں کہ جوکچھ رسول پاک سے منقول ہے وہ ہمارے سرآنکھوں پراورجوکچھ صحابہ کرام سے منقول ہے تواس میں سے کسی ایک قول کو ہم اختیار کریں گے اورایسانہیں ہوگاکہ ہم کسی بھی صحابی کے قول کواختیار نہ کریں اورجوکچھ تابعین سے منقول ہے تووہ بھی اجتہاد کے میدان کے مردہیں اورہم بھی میدان اجتہاد میں دادشجاعت دیتے ہیں۔

یہ معلوم حقیقت ہے کہ صاحب واقعہ کابیان اپنی نسبت سب سے زیادہ معتبر ہوتاہے لہذا حضرت امام صاحب کا یہ قول کہ وہ ابراہیم نخعی ،سعید بن المسیب اوردیگر تابعین کے فتاویٰ اوراجتہاد کوماننے کے پابند نہیں، بلکہ وہ ان کی طرح اجتہاد کرتے ہیں ،انتہائی معتبر اورمستند ہے اوراس کے بالمقابل حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا فرمان کہ وہ ابراہیم اوران کے ہمعصر فقہائے کوفہ سے چمٹے ہوئے تھے ،امام ابوحنیفہ کے بیان کے بالمقابل قابل اعتبار نہیں رہ جاتا۔

اصول فقہ میں تابعی کی تقلید جائز نہیں ہے

۳: حیرت کی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب اصول فقہ احناف سے اتنی ہی اچھی طرح واقف ہیں

جتنا کہ کسی مسلک کا کوئی متبحر عالم اپنے مسلک کے اصولوں سے ہوسکتا ہے، اس کے باوجود ان سے اصول فقہ کا یہ متفقہ مسئلہ نظرانداز ہوگیا کہ احناف کے یہاں تابعین کے اقوال کی لازمی حیثیت نہیں ہے، صحابہ کے اقوال اگرکسی مسئلہ میں متفق ہوں تواس متفقہ رائے کی پابندی ضروری ہے، اگر مختلف ہوں توکسی ایک قول کو ترجیح دے کر اپنایا جائے، لیکن ایسا کرنا کہ کسی بھی صحابی کے قول کو اختیار نہ کیا جائے، یہ جائز نہیں، جہاں تک تابعین کی بات ہے تو تابعین کے قول کی پابندی ضروری نہیں ہے، احناف کی اصول فقہ کی کتابومیں یہ مسئلہ وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، امام سرخسی اس سلسلے میں لکھتے ہیں :

لَا خلاف أن قَـول التَّـابِعِيّ لَا يكون حجَّـة على وَجه يتْرك الْقيَاس بقـوله فقـد روينَـا عَـن أبي حنيفَـة أنـه كَانَ يَقُـول مَـا جَاءَنَـا عَـن التَّـابِعين زاحمنـاهم (اصول السرخسی 2/114)

"اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تابعی کا قول اس طور پر حجت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا جائے، کیونکہ امام ابوحنیفہ سے منقول ہے، جوکچھ تابعین سے منقول ہے، ہم اس میں ان کی مزاحمت کریں گے۔"

جب کہ علامہ علاء الدین بخاری تقلید تابعی کے مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ذَكَرَ الصَّدْرُ الشَّهِيدُ حُسَامُ الدِّينِ - رَحِمَهُ اللَّهُ - فِي شَرْحِ أَدَبِ الْقَاضِي أَنَّ فِي تَقْلِيدِ التَّابِعِيِّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - رِوَايَتَيْنِ إحْدَاهُمَا أَنَّهُ قَالَ: لَا أُقَلِّدُهُمْ هُمْ رِجَالٌ اجْتَهَدُوا وَنَحْنُ رِجَالٌ نَجْتَهِدُ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنْ الْمَذْهَبِ وَالثَّانِيَةُ مَا ذُكِرَ فِي النَّوَادِرِ أَنَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَئِمَّةِ التَّابِعِينَ وَأَفْتَى فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ وَزَاحَمَهُمْ فِي الْفَتْوَى وَسَوَّغُوا لَهُ الِاجْتِهَادَ فَأَنَا أُقَلِّدُهُ.................. وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ إنَّمَا جُعِلَ حُجَّةً لِاحْتِمَالِ السَّمَاعِ وَلِفَضْلِ إصَابَتِهِمْ فِي الرَّأْيِ بِبَرَكَةِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَذَانِكَ مَفْقُودَانِ فِي حَقِّ التَّابِعِيِّ.وَإِنْ بَلَغَ الِاجْتِهَادَ وَزَاحَمَهُمْ فِي الْفَتْوَى وَلَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيمَا ذَكَرُوا مِنْ الْأَمْثِلَةِ؛ لِأَنَّ غَايَةَ ذَلِكَ أَنَّهُمْ صَارُوا مِثْلَهُمْ فِي الْفَتْوَى وَزَاحَمُوهُمْ فِيهَا وَأَنَّ الصَّحَابَةَ سَلَّمُوا لَهُمْ الِاجْتِهَادَ وَلَكِنَّ الْمَعَانِيَ الَّتِي بُنِيَ عَلَيْهَا وُجُوبُ التَّقْلِيدِ مِنْ احْتِمَالِ السَّمَاعِ وَمُشَاهَدَةِ أَحْوَالِ التَّنْزِيلِ وَبَرَكَةِ صُحْبَةِ الرَّسُولِ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - مَفْقُودَةٌ فِي حَقِّهِمْ أَصْلًا فَلَا يَجُوزُ تَقْلِيدُهُمْ بِحَالٍ.

(كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، المؤلف : عبد العزيز بن أحمد بن محمد، علاء الدين البخاري الحنفي (المتوفى : 730ھ) الناشر : دار الكتاب الإسلامي 3/226)

"صدرشہید حسام الدینؒ نے ادب القاضی کی شرح میں لکھاہے کہ تابعی کی تقلید کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے دوروایتیں منقول ہیں پہلی تو یہ ہے کہ میں ان کی تقلید نہیں کروں

گا، وہ بھی میدان اجتہاد کے مرد ہیں اور ہم بھی میدان اجتہاد کے مرد ہیں، اور ظاہر مذہب یہی ہے اور دوسری روایت وہ ہے جو نوادر میں منقول ہے وہ ائمہ تابعین جو دور صحابہ میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے اور صحابہ کرام کی آراء واجتہاد سے ٹکر لیتے تھے اور صحابہ کرام نے ان کو اجتہاد کی گنجائش دی تھی تو میں ان کی تقلید کروں گا.........ظاہر مذہب کی دلیل یہ ہے کہ صحابی کے قول کو تو اس لئے حجت بنایا گیا ہے کہ اس میں اس کا احتمال ہے کہ وہ جو کچھ اپنی رائے کے طور پر بیان کر رہے ہیں، ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سنا ہو اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے ان کی رائے کے درست ہونے کا احتمال زیادہ ہے اور یہ دونوں باتیں تابعین کے حق میں مفقود ہیں اگرچہ وہ تابعی درجہ اجتہاد کو پہونچا ہو اور صحابہ کرام کے فتاوی وآراء کی مخالفت ہی کیوں نہ کرتا ہو، تابعین کے اقوال کے قابل تقلید ہونے کی سلسلے میں جو دلیلیں بیان کی گئیں وہ کسی بھی طور پر قابل تسلیم نہیں ہیں، کیوں کہ اس باب میں جو دلائل ذکر کئے گئے ہیں، ان کا مفاد بس اسی قدر ہے کہ وہ صاحبان اجتہاد تھے، انہوں نے صحابہ کرام کے اجتہاد وآراء کی مخالفت بھی کی ہے لیکن تقلید صحابی جس بنیاد پر قائم ہے یعنی اس قول کا حدیث رسول ہونے کا احتمال اور شرف صحبت کی برکت سے اجتہاد میں صواب کے پہلو کا راجح ہونا اور وحی کے نزول کا مشاہدہ وغیرہ تو یہ سب امور تابعین کے حق میں کلیتاً معدوم ہیں سو تابعین کی تقلید کسی بھی حال میں جائز نہیں۔"

مشہور حنفی اصولی محمد شمس الدین فناری لکھتے ہیں:

وأما التابعي فيقلد في رواية النوادر إن ظهر فتواه في زمنهم كشريح ومسروق والنخعي والحسن البصري لتسليمهم مزاحمته إياهم إياهم فيكون كأحدهم كما خاصم علي رضي الله عنه شريحًا فخالفه في رد شهادة الحسن رضي الله عنه له بالبنوة لا يقلد في ظاهر الرواية إذ هم رجال ونحن رجال بخلاف صحبه عليه السلام لاحتمال السماع والإصابة ببركة صحبته والقرن المشهود له بالخيرية المطلقة وإن لم يظهر فلا. (فصول البدائع في إصول الشرائع، المؤلف: محمد بن حمزة بن محمد، شمس الدين الفناري (إو الفَری) الرومي (المتوفى: 834ھ)الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت 2/439)

"نوادر کی روایت یہ ہے کہ ایسا تابعی جس کا اجتہاد دور صحابہ میں بھی مشہور ہو جیسے کہ شریح، مسروق، نخعی، حسن بصری تو ان کی تقلید کی جائے گی کیونکہ صحابہ کرام نے ان کو اجتہاد کا اہل سمجھا اور اس کی اجازت دی کہ وہ ان کی آراء کی مخالفت کرسکیں تو گویا اس باب میں ایسے تابعی بھی صحابہ کرام کی طرح ہیں، جیسا کہ حضرت علی نے شریح کے روبرو مقدمہ پیش کیا تو بیٹے کی شہادت قبول کرنے کے بارے میں شریح نے حضرت علیؓ کی مخالفت کی، اور ظاہر روایت یہ ہے کہ تابعین کی تقلید نہیں کی جائے گی کیونکہ جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا ہے، اسی طرح

دوسرے مجتہدین کو بھی اجتہاد کا حق حاصل ہے، برخلاف صحابہ کے، کیونکہ ان کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ جس قول کو رائے کے طور پر بیان کررہے ہوں، ہوسکتا ہے کہ اس بارے میں انہوں نے زبان رسالت سے کچھ سنا ہو، شرف صحبت سے ان کی رائے کے صواب ہونے کا بھی احتمال زیادہ ہے اوروہ ایسے دور میں تھے جب ہر طرف بھلائی کا دور دورہ تھا اور جس کے مطلقا خیر ہونے کی زبان رسالت نے گواہی دی ہے۔"

مکی، مدنی اور بصرہ فقہاء و محدثین کرام سے استفادہ

۴: امام صاحب نے یقیناً فقہائے کوفہ سے استفادہ کیا ہے، بالخصوص حماد کے واسطے سے ابراہیم نخعی کے اقوال و آراء سے مستفید ہوئے ہیں اور فقہ کوفی کے بانی حضرت عبداللہ بن مسعود کی فقہ سے استفادہ کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ امام صاحب نے حضرت ابن عباس، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کی فقہ سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ ایک موقع پر جب عباسی خلیفہ منصور نے حضرت امام صاحب سے ان کے علم کا ماخذ دریافت کیا تو امام صاحب نے فرمایا:

عن حماد، عن إبراهيم، عن عُمَر بن الخطاب، وعلي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وعبد الله بن عباس، قال: فقال أَبُو جعفر: بخ، بخ، استوثقت ما شئت يا أبا حنيفة الطيبين الطاهرين المباركين، صلوات الله عليهم.(تاريخ بغداد،المؤلف: الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ،15/444)

حماد سے، ابراہیم سے، عمر بن خطابؓ سے، علی بن ابی طالبؓ سے، عبداللہ بن مسعودؓ سے اور عبداللہ بن عباسؓ سے، یہ سن کر ابو جعفر نے کہا، بس بس[13]۔

دخل أَبُو حنيفة يوما على المنصور، وعنده عيسى بن موسى، فقال للمنصور: هذا عالم الدنيا اليوم، فقال له: يا نعمان عمن أخذت العلم؟ قال: عن أصحاب عُمَر، عن عُمَر، وعن أصحاب علي، عن علي، وعن أصحاب عبد الله، عن عبد الله، وما كان في وقت ابن عباس على وجه الأرض أعلم منه، قال: لقد استوثقت لنفسك. (المصدرالسابق)

"ربیع بن یونس کہتے ہیں امام ابوحنیفہ ایک مرتبہ منصور کے پاس گئے، اس وقت منصور کے

13اس روایت میں اصحاب یعنی شاگردوں کا ذکر چھوٹ گیا ہے، یعنی حضرت عمرؓ کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت عمرؓ سے اور حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں کے ذریعہ ان سے، الخ اس کی صراحت مابعد کی بھی روایت میں ہے اور اس پر شیخ زاہد الکوثری نے بھی تانیب الخطیب کی روایت میں تنبیہ فرمائی ہے (ملاحظہ کیجئے، تانیب الخطیب ص 29)

پاس عیسیٰ بن موسیٰ بھی موجود تھے، تو عیسی بن موسیٰ نے منصور سے کہا آج دنیا کے سب سے بڑے عالم یہ ہیں، یہ سن کر منصور نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ آپ نے کن حضرات سے علم حاصل کیا ہے، امام ابوحنیفہ نے جواب دیا، حضرت عمر کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت عمرؓ سے، حضرت علیؓ کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت علیؓ سے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن عباس کے عہد میں ان سے بڑا عالم دنیا میں کوئی نہیں تھا۔"

اس کے علاوہ کتاب الآثار امام ابویوسف اور امام محمد کے مطالعہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صرف کوفہ کے فقہاء اور کوفہ مین وارد صحابہ کرام سے استفادہ نہیں فرمایا بلکہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ اور دیگر صحابہ کرام کے فقہی افکار وآراء سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۵: جس طرح امام صاحب نے عبداللہ بن مسعود کے ساتھ ساتھ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم کے فقہ واجتہاد سے واقفیت حاصل کی، اسی طرح آپ نے مکہ مدینہ اور دیگر شہروں کے تابعین اور اکابر علماء ومجتہدین سے بھی کسب فیض کیا تھا؛لیکن یہ کہنا کہ مکہ، مدینہ اور دیگر مقامات کے اکابر فقہاء وتابعین کا ان کی فقہی تفکیر اور تشکیل میں کوئی اثر نہیں، انتہائی غیر فطری بلکہ غیر معقول بات ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب نے بسااوقات اپنے غیر کوفی وغیر عراقی اساتذہ سے اپنے تاثر کا بھی بڑے بلیغ لفظوں میں اظہار کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے ان اساتذہ کی فقہ اور فکر سے کتنا متاثر تھے۔

حضرت عطاء سے تاثر کا اظہار

حضرت امام ابوحنیفہ نے حضرت حمادؒ سے برسوں تک کس فیض کیا اور ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا، شاگردی کی یہ مدت کتنے عرصہ پر محیط تھی، اس بارے میں روایات مختلف ہیں، زیادہ سے زیادہ کی تعداد بیس سال ہے اور کم سے کم کی روایت دس سال ہے لیکن شیخ ابوزہرہ نے اٹھارہ سال کو راجح تسلیم کیا ہے۔(ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ، للشیخ ابوزہرہ ص 26)اس کی وجہ یہ ہے کہ خود امام ابوحنیفہ کا ایک قول تاریخ بغداد میں ہے، جس میں انہوں نے حضرت حماد بن سلیمان سے اٹھارہ سال کے تلمذ کا اعتراف کیا ہے،(تاریخ بغداد 13/334)اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ جتنے متاثر حضرت عطاء سے ہیں، اتنے حضرت حماد سے نہیں ہیں، اگر چہ وہ حماد کا ہر ممکن احترام کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق کبھی ان کے مکان کی جانب اپنا پاؤں نہیں

پھیلایا۔ ([14])

دعا میں اپنے والدین کے ساتھ حضرت حماد کیلئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے[15] (تاریخ بغداد 15/444) لیکن ان سب کے باوجود وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء سے زیادہ افضل کسی شخص سے ملاقات نہیں کی[16] (الكامل في ضعفاء الرجال، المؤلف: أبو أحمد بن عدي الجرجاني (المتوفى: 365ھ) الناشر: الكتب العلمية- بيروت-لبنان)

یہ حضرت عطاءؒ ابن ابی رباح مکی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد خصوصی ہیں، گویا ان کا تعلق مکی فقہ سے ہے، حضرت ابوحنیفہ جب ابن ہبیرہ کے داروگیر سے کوفہ ترک کرکے مکہ میں رہنے لگے تھے (مناقب ابی حنیفہ للمکی 1/23/24، بحوالہ ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ، للشیخ ابوزہرہ ص 33) اسی دوران آپ نے حضرت عطاءؒ سے استفادہ کیا اور کتاب الآثار کے مطالعہ سے پتہ چلتاہے کہ بعض مقامات پر آپ نے ابراہیم نخعی کے قول کو چھوڑ کر حضرت عطاء کے قول کو اختیار کیاہے (مثالیں آگے آئیں گی)

امام جعفر صادقؒ سے تاثر کا اظہار

امام صاحب نے امام باقر اور امام جعفر صادق سے بھی استفادہ کیا ہے[17]، اوران کے بارے میں بلند کلمات کہے ہیں، جس سے امام صاحب کے ان کی فقاہت سے تاثر کا اندازہ لگایا جاسکتاہے، شیخ ابوزہرہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> وكما كان لابى حنيفة اتصال علمى بالباقر ،كان له اتصال بابنه جعفر الصادق، وقد كان فى سن ابى حنيفة رضى الله عنها،فقد ولدا فى سنة واحدة، ولكنه مات قبل ابى حنيفة،فقد توفى سنة ۱۴۸،اى قبل ابى حنيفة بنحو سنتين ،وقدقال ابوحنيفة فيه،والله- مارأيت افقه من جعفر بن محمد الصادق(ابوحنيفه حياته وعصره،آراؤه الفقهية" ص 81)

14قال ما مددت رجلي نحو سكة حماد قط وكان بينهما مقدار سبع سكك، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کبھی میں نے حمادؒ کی گلی کی جانب پاؤں نہیں پھیلایا، بعض روایات میں گلی کی جگہ گھر کا ذکر ہے۔ (الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ ۲/۴۹۷)

15أبا حنيفة، يقول: ما صليت صلاة منذ مات حماد إلا استغفرت له مع والدي

16أبا يَحْيى الحماني يَقُولُ: سَمِعتُ أبا حنيفة يَقُولُ ما رأيت فيمن رأيت أفضل من عطاء،

17ابن تیمیہ نے امام جعفر صادق سے استفادہ کی تردید کی ہے لیکن ان کی تردید تاریخی حوالوں کی روشنی میں درست نہیں ہے، امام ابن تیمیہ تو امام شافعی کے امام محمد کے شاگرد ہونے کے بھی منکر ہیں اوراسی طرح اس کے بھی منکر ہیں کہ امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے۔

"جیسا کہ امام صاحب کا علمی استفادہ کا تعلق امام باقر سے تھا، اسی طرح امام جعفر صادق سے بھی تھا، امام جعفر صادق امام صاحب کے ہم عمر تھے، دونوں کی ولادت کا سال ایک ہی ہے، لیکن امام جعفر صادق کی وفات امام ابوحنیفہ سے دو سال قبل سنہ ۱۴۸ ہجری میں ہوگئی تھی، امام ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق کے بارے میں فرمایا: خدا کی قسم میں نے جعفر بن محمد الصادق سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔"

یہ اقوال بتاتے ہیں کہ امام صاحب کی فقہی تشکیل اور تعمیر میں صرف کوفہ کے فقہاء نہیں بلکہ مکی اور مدنی فقہ کا بھی خاصا اہم کردار رہا ہے اور اس کا سب سے معتبر اور مستحکم ثبوت کتاب الآثار سے ہی ملتا ہے، جس میں وہ جابجا مکی اور مدنی فقہاء کی آراء سے استشہاد کرتے نظر آتے ہیں، تفصیل آگے آئے گی۔

امام صاحب کے علمی رحلات

یہ بات بلاشبہ قابل تسلیم ہے کہ امام صاحب نے محدثین کرام کی طرح شہروں کی خاک نہیں چھانی، لیکن اب ایسا بھی نہیں ہے کہ رحلات علمیہ سے امام صاحب کی سوانح بالکل ہی خالی ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

وعنی بطلب الآثار ،وارتحل فی ذلک (سیر اعلام النبلاء/392) امام صاحب نے آثار کی تحصیل پر توجہ مرکوز کی اور اس سلسلے میں اسفار کیے۔ آپ کی سیرت وسوانح سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بکثرت بصرہ جایا کرتے تھے، آپ کو بنوامیہ کے عراقی گورنر کے داروگیر کی وجہ سے مکہ میں چھ سال رہنا پڑا تھا، مکہ میں قیام کے دوران دنیا بھر کے اہل علم سے استفادہ کا موقع تھا، آپ بکثرت حج کرتے تھے، بعض حضرات نے تو آپ کے حج کی تعداد ۵۵ بیان کی ہے۔ اگر اس تعداد کو مبالغہ خیال کیا جائے تو بھی اس قدر ماننے میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ اکثر حج فرماتے تھے۔ حج کے سلسلے میں مدینہ جاتے تھے، وہاں کے اہل علم سے استفادہ کا تعلق تھا، ہم عصر اہل علم سے بحث ومباحثہ ہوا کرتا تھا۔ اسی مدینہ کی زیارت اور امام مالک سے بحث ومباحثہ کا نتیجہ اس مشہور تاثر کی صورت میں نمودار ہوا ہے جب امام مالک سے حضرت لیث بن سعدؒ نے دریافت کیا کہ آپ کیوں پسینہ پسینہ ہورہے ہیں، تو فرمایا: میں ابوحنیفہ کے ساتھ بحث ومباحثہ میں پسینہ پسینہ ہورہا ہوں، مصری وہ واقعی فقیہ ہیں[18]۔

18: ترتیب المدارک وتقریب المسالک، المؤلف: قاضی عیاض بن موسی الیحصبی (المتوفی: 544ھ) الناشر: مطبعة فضالة - المحمدية، المغرب، ۱/ ۱۵۲۔

اسلام، جمہوریت اور آئین پاکستان

سیاسی ومذہبی قائدین وکارکنان کے لیے رہنما کتابچہ

موضوعات

جمہوریت اور جمہوری اقدار، حکومت اور اس کے مختلف شعبہ جات، جمہوریت کا اسلامی تصور، مذہبی شبہات وخدشات اور ان کا ازالہ، ملکی اور بین الاقوامی قوانین کی شرعی حیثیت آئین پاکستان پر معترضین کے شبہات کا تنقیدی جائزہ، ووٹ کی شرعی حیثیت

ترتیب وتدوین: محمد اسرار مدنی

صفحات: 136

ناشر: مجلس تحقیقات اسلامی (پی او بکس نمبر 5، نوشہرہ، کے پی کے)

ircra313@yahoo.com / 0923-563445

اخبار وآثار

مولانا مفتی محمد عثمان

الشریعہ اکادمی کی سالانہ کارکردگی رپورٹ

الشریعہ اکادمی کا قیام آج سے ربع صدی قبل مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ کے خطیب ،مدرسہ نصرۃ العلوم کے شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی صاحب کی نگرانی واہتمام میں عمل میں لایا گیا۔اس کا بنیادی مقصد دینی حلقوں میں عصری تقاضوں کا شعور اجاگر کرنا اور باہمی رابطہ وتعاون کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علمی و فکری بیداری کی فضا قائم کرنا ہے۔اس مقصد کے لیے تعلیم وتدریس، ابلاغ عامہ کے میسر ذرائع اور فکری و علمی مجالس کے ذریعے جدو جہد جاری ہے۔ابتدائی چند سال اکادمی کی سر گرمیاں مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں جاری رہیں۔بعد میں کھیالی گوجرانوالہ کے ایک بزرگ حاجی یوسف علی قریشی رحمہ اللہ نے ہاشمی کالونی کنگنی والہ میں ایک کنال اراضی الشریعہ اکادمی کے لیے وقف کردی. جہاں مسجد خدیجۃ الکبریٰؓ اور تعلیمی بلاک کی تعمیر کی گئی۔تہہ خانہ اور اس کے اوپر ایک منزل تعمیر ہو چکی ہے۔

الشریعہ اکادمی کے ڈائریکٹر مولانا زاہدالراشدی اور ڈپٹی ڈائریکٹر مولانا عمار خان ناصر ہیں جبکہ مولانا محمد عثمان جتوئی، مولانا طیب الرحمٰن، مولانا عبدالوہاب، مولانا کامران، مولانا عبدالغنی، مولانا محفوظ الرحمٰن، قاری ابوبکر اور حافظ عبد الرحمٰن پر مشتمل اساتذہ و منتظمین کی ٹیم ان کے ساتھ مصروف کار ہے۔ معاونین میں حاجی عثمان عمر ہاشمی، محمد معظم میر، محمد مبشر چیمہ، قیصر صاحب، طیب صاحب، یحییٰ میر، عاصم بٹ صاحب، ڈاکٹر محمد عمران، محمد دلشاد، زبیر صاحب اور حاجی بشیر صاحب نمایاں ہیں۔

اکادمی کے شعبہ جات:

الشریعہ اکادمی میں درج ذیل شعبوں میں کام جاری ہے:

☆درجہ حفظ اور درس نظامی کی کلاسوں میں کم وبیش پچاس طلبہ اکادمی میں مقیم ہیں جن کے اخراجات کی کفالت اکادمی کے ذمہ ہے

☆ درس نظامی میں درجہ اولی کا کورس اور میٹرک کا نصاب تین سالوں میں پڑھایا جاتا ہےاور میٹرک کا امتحان گوجرانوالہ بورڈ سے دلوایا جاتا ہے جس میں طلبہ کی کارکردگی الحمدللہ ہر آنے والے سال میں گزشتہ سالوں سے بہتر ہوتی ہے۔سال ۲۰۱۷ میں اکادمی کے ہونہار طالبعلم فرمان اللہ نے میٹرک کے امتحان میں ۹۲۵،اسامہ وارث نے ۸۹۳، عبدالرحمٰن نے ۸۲۲اور کامران حیدر نے ۸۱۷ نمبر حاصل کرکے نمایاں کامیابی حاصل کی۔اس کے علاوہ اکادمی میں ابتدائی طلبہ کے لیے ایک بنیادی درجہ ہےجس میں طلبہ کو مڈل تک کا